رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۷

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

الحکم

نمبر ۱ — قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۸۹۹ء — جلد ۳

ٹریکٹ سیریز

اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شائع ہوں جن سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب ہی کے مشن کی تبلیغ ہو اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ التزام کیا ہے کہ اس سلسلہ میں دلچسپ تعلیم جو صداقت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیام پر مشتمل ہوں۔ اور جناب مولانا عبد الکریم صاحب کے خطبے اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل بر تفسیر آیات یا مشتمل بر جواب اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ اور حضرت اقدس مسیح موعود مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شائع کی جاویں۔ ہر ٹریکٹ چار صفحے سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہوا کریں۔ اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں تو بکثرت شائع ہوا کریں۔ اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کو خرید ہو جائیں اور سو سو ٹریکٹ پانچ فیصدی کے حساب سے خریدلیں تو ہر ٹریکٹ ایک ہفتے میں شائع ہو سکتا ہے اور ہم بہت دور دور تک شائع کر کے پہنچا کر مفت تقسیم کیا کریں۔ اور تقسیم کے لئے انتظام کیا جاوے گا کہ ہر ایک تحریر سلسلہ کی ایک خاص تعداد بھی دی جایا کرے اور وہ تقسیم ہو جایا کرے۔ اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آ جایا کریں گے اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانے پڑیں گے۔ اس کو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کریں گے۔ ہمارے احباب مل ملا کر اس کام کو کرنا چاہیں تو چنداں مشکل نہیں۔ پہلی تعداد جمع ہو جانے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کریں گے۔ مینیجر الحکم کے نام درخواست ہو۔

اپنے بھائیوں کیلئے

بالکل کھرا سودا

اگر کسی قسم کا نقص ہو۔ یا کسی قسم کا خسارہ معلوم ہو فوراً واپس کر دو۔ اس سے بڑھ کر خوش معاملگی اور کھرا سودا کیا ہوگا۔

مندرجہ ذیل اشیاء ہماری معرفت مل سکیں گی۔

۱۔ زیورات چاندی و سونا ہر قسم۔ صرف دس آنہ سیکڑہ کمیشن لی جاوے گی۔

۲۔ ریشمی ازاربند پراندے سیج بند وغیرہ ہر قسم امرتسر کے۔ ازاربند ۸ روپے سیکڑہ سے روپیہ تک۔ پراندے ۱۲ روپے سیکڑہ سے روپیہ تک۔ سیج بند ۲ روپے سے ۸ روپیہ تک۔

۳۔ زیورات میں ڈبے جس قسم کے چاہیں ڈالدیے جاویں گے۔

۴۔ دریائی کا کام ہر ایک قسم کا۔

۵۔ ہر چیز ساختہ امرتسر آدھ آنہ فی روپیہ کمیشن سے روانہ ہو سکے گی۔

ہمارے بھائی اس کارخانہ کو اپنا کارخانہ سمجھیں۔ یہ اپنی خاطر کھولا گیا ہے۔ درخواست پر نام اور پتہ صاف اور خوشخط تحریر ہو۔ ڈاکخانہ یا قریب کے سٹیشن کا نام ضرور ہو۔ درخواستیں اس پتہ پر آئیں۔

غلام محمد و الٰہ بخش علاقہ بند

تاجران جیولری

کٹڑہ باگھ سنگھ ہاتھی دروازہ امرتسر پنجاب

ہم نے پھر کہا کہ التجب کی جو الہام جب شائع ہوا تو محمد حسین نے یہ اعتراض کیا کہ دیکھو خدا کا الہام بھی غلط ہوتا ہے التجب من امرہ چاہیئے۔ اور اس غلطی کو بڑے شد و مد سے بیان کیا گیا۔ اس پر جناب مرزا صاحب نے حق الغور بلکہ اشتہار قواعد نحو کی رُو سے اور اہل زبان کے کلام سے ثابت کیا کہ جو التجب کا صلہ ہے فصیح ہے۔ من فصیح نہیں۔ چنانچہ حماسہ مشہور شاعر کے پانچ شعر اور نحو کی کتابوں کی مثالیں۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حدیث اعلانیہ سے ثابت کیا۔ اور ایک مبسوط اشتہار فوہی ذلت کے عنوان سے شائع کیا اور ثابت کیا کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اب آپکے خیال و یاد میں کیا یہ جزاء سیئۃ بمثلہا ہے یا نہیں؟

(افسر پولیس) ہاں ہے۔

(ایڈیٹر)۔ پھر اس شخص نے سب سے بڑا زور مرزا صاحب کے فتوے کفر کی طیاری میں لگایا تھا۔ چنانچہ تمام ہندوستان میں پھرتا رہا۔ اور فتوے کفر کو طیار کرایا۔ گو غیر مقلدین پر پہلے سے کفر کا فتوے تھا۔ مگر اب اس رنگ میں بھی اس کو ذلت پہنچی تھی۔ چنانچہ محمد حسین کی ایک انگریزی فہرست جو ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اسنے وکٹوریہ پریس لاہور میں طبع کرائی۔ کسطرح مسلمانوں کو مل گئی۔ جس میں گورنمنٹ کے سامنے اپنی خدمات کا اظہار کیا ہے۔ اور اپنے رسالہ کے حوالجات دیئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ مہدی کے آنے کے خیال کو غلط ثابت کیا ہے۔ (الفاظ اور ہوں گے مطلب یہی ہے) حالانکہ اپنے آپکو طائفہ اہل حدیث کا سرگروہ بتلاتا ہے۔ اور ایڈووکیٹ کہلاتا ہے۔ اور اہل حدیث اس بات کو صحیح نہیں سمجھتے وہ خلیفہ مہدی کے قائل ہیں کہ وہ آئے گا۔ بلکہ آج ہمارے مرزا صاحب پر کفر کا فتوے دیا گیا۔ بلفظہ وہ تحریر میرزا صاحب کے پاس پہنچی۔ جس پر انہوں نے استفتاء تیار کیا۔ اور ان عالموں سے ہی فتوی حاصل کیا۔ جنہوں نے مرزا صاحب کو کافر ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے انکے حق میں بجائے ہی فیصلہ دیا۔ چنانچہ وہ فتوے یہ ہے (فتوے دکھایا گیا) یہانتک کہ آپ دیکھتے ہیں نذیر حسین جو اسکا استاد اور شیخ الکل کہلاتا ہے۔ آپ دیکھیئے اسکے دستخط بھی موجود ہیں۔

اس لئے یہ پیشگوئی بالکل پوری ہو گئی۔ یہ بات گورنمنٹ خود سمجھ لیگی کہ اس شخص کا وجود کیسا ہے۔ ایک طرف تو مہدی کے آنے والے کو کافر ٹھہراتا ہے۔ اور ان مولویوں اور لوگوں کا امام اور سرگروہ بنتا ہے جو مہدی کے آنے کے منتظر ہیں کہ وہ آکر لڑائیاں کریگا۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو جتلاتا ہے کہ میں نے اس عقیدہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ یہ کیسی خطرناک بات ہے۔ اور ہم کو ان باتوں سے کیا۔ خود زمانہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ حق پر کون ہے۔ لعان اور مذہب سے آدمی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(افسر پولیس) یہ فتوے کل چھپ جاوے۔ تو مجھے فوراً بھیجا جاوے

(ایڈیٹر) بہت بہتر!

اسکے بعد ہم افسر مذکور سے رخصت ہو کر آگئے۔ اور مولوی صاحب سے ان کا انٹروڈیوس کرایا اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ گاڑی بھی آپہنچی تھی۔ ان عمائد اور مقامی حکام سے جن سے کہ مولانا مولوی نور الدین صاحب نے گفتگو کی تھی۔ محمد حسین نے بھی اپنی خیال کر کے تا کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسکو کسی نے پوچھا نہیں۔ ان سے گفتگو کی۔ اور یوں کہا کہ اسنے ۶۰۰ علماء اسلام اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا۔ مگر انہوں نے قسم نہ کھائی۔ نہیں تو ان کا بھی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے پستول کے لئے درخواست دی ہے۔ اور جس روز لاٹ صاحب گورداسپور میں تھے۔ میں یہاں آیا تھا۔ اور درخواست دے گیا تھا۔ کمشنر صاحب سے بھی اسی لئے ملا تھا کیونکہ میں پھرتا رہتا ہوں۔ کبھی لاہور۔ کبھی شملہ کبھی لودہیانہ۔ کبھی شہر۔ اسلئے کل پنجاب کے لئے گن لائیسنس لینا ہو تو صاحب کمشنر سے درخواست کی جاتی ہے۔ الخ

ان عمائد اور حکام میں سے ایک نے جو پولیس کے عہدہ دار تھے محمد حسین سے کہا کہ ہاں میں نے بھی آپکو دیکھا تھا۔ جب آپ کمشنر سے ملے تھے۔ محمد حسین نے کہا۔ ہاں!!!

(عہدہ دار پولیس) کیا آپکے بھی مرید ہیں؟

(محمد حسین) یہ سلسلہ تو ان کا ہے میرے مرید نہیں۔ میں تو واعظ اسلام ہوں اور اسی لئے پھرتا رہتا ہوں۔

چونکہ ہم بھی اسی مجمع میں تھے۔ گو محمد حسین نے جھینپ اور جھجکتے ہوئے یہ لفظ نکالے۔ مگر کہا کہ میں واعظ اسلام ہوں۔

اس پر ہمنے نوٹ بک نکال کر اس فقرہ کو نوٹ کیا۔ تو عہدہ دار مذکور نے جو ہم سے واقف نہ تھا کہا۔ کیا نوٹ کیا ہے؟

(ایک شخص) یہ اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ ایڈیٹروں کا یہی کام ہے۔

(عہدہ دار پولیس) آپ کا کونسا اخبار ہے اور کہاں سے نکلتا ہے؟

(ہم) اخبار "الحکم" جو قادیان سے نکلتا ہے اس اخبار کے ساتھ مرزا صاحب کا کوئی تعلق اور دخل نہیں۔ نہ وہ مینیجر ہیں نہ ایڈیٹر۔ نہ مالک۔ یہ اخبار پہلے امرتسر سے نکلتا تھا۔ اور میں عرصہ سے جرنلسٹک لائن (اخبار نویسی) کے سلسلہ میں کام کرتا ہوں۔ محمد حسین مجھے خوب جانتا ہے۔

(عہدہ دار پولیس) کیا یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب کا پیری مریدی کا سلسلہ ہے؟

(ہم) بیشک! یہ سچ ہے۔ مرزا صاحب کے مرید ہیں۔ اور وہ ایسے واعظ اسلام نہیں جو در بدر مارے مارے پھریں۔ (اس پر ایک قدرتی قہقہہ لگا) - اسی نہار میں کوئی امر تشریح جو محمد حسین کا رفیق ہے - بولا - اوہو! پھر ضرورت کے لئے ہے۔ مرزا صاحب کو جب گھر بیٹھے سب کچھ مل جاوے۔ ان کو باہر نکلنے کی کیا ضرورت ہے؟

ہم نے کہا یہی تو خدا کا فضل ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں ہمنے کہا کہ مرزا صاحب کے مرید کوئی معمولی آدمی نہیں بڑے بڑے عالم۔ وکیل۔ تعلیم یافتہ۔ ایم اے۔ بی اے۔ ڈاکٹر گورنمنٹ عالیہ کی معزز عہدہ دار۔ اکسٹرا اسسٹنٹ تحصیلدار وغیرہ اور بڑے بڑے رئیس۔

ابھی یہ گفتگو ہم کر ہی رہے تھے کہ گاڑی نے روانگی کا وسل دیا اور ہم دوڑ کر سوار ہو گئے۔

بالاصیل سے حاصل کی۔ شاعری اور انشا پردازی میں اُسکو خاص ملکہ حاصل تہا۔ اور اسی بنیاد پر وہ غرناطہ کے گورنر ابوسعید عثمان بن عبدالمومن کا سکریٹری ہو گیا تہا۔ پھر ایک خاص سبب سے جسکو ہم آگے چلکر بیان کریں گے ملازمت کو ترک کیا اور حج کا ارادہ کیا۔ وزیر لسان الدین بن الخطیب نے لکہا ہے کہ اس کے اور اس کے چند معصر ادیبوں اور انشا پردازوں کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اس سے اسکی کمال انشا پردازی اور شاعری کا ہمکو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

ابن جبیر کو شاعری اور انشا پردازی کے علاوہ حدیث میں جو توغل تہا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے اس فن کی تکمیل کے لئے ہزاروں میل خشکی اور تری کا سفر کیا۔ ہم اس کے شیوخ اور تلامذہ کے نام آگے چلکر گنوائیں گے۔ یہاں صرف یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اسکو فلسفہ اور طبیعیات سے نفرت تہی۔ چنانچہ ہم اس مقام پر اُس کے چند اشعار اس مضمون کے نقل کرتے ہیں ؎

قد ظہرت فی عصرنا فرقۃ ظہورہا شوم علی العصر
لا تقتدی فی الدین الا بما سن ابن سینا و ابو نصر

یعنے ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو زمانہ کے لئے نحوس ہے۔ اس فرقہ کے لوگ دین میں ابن سینا اور ابو نصر فارابی کے سوا کسی کی بات نہیں مانتے۔

ضلت باقوالہا الشنیعۃ طائفۃ من ہدی الشریعۃ
لیست تری فاعلا حکیما تفعل شیئا سوی الطبیعۃ

یعنے ایک گروہ ہے جو اپنی بدکاریوں کے سبب شریعت کی سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ اس گروہ کے لوگ طبیعت یعنے نیچر کے سوا کسی فاعل حکیم کے قائل نہیں ہیں جو دنیا میں ذرا بھی دخل دیسکے۔

اس میں شک نہیں کہ ابن جبیر کو فلسفہ اور طبیعیات سے جو نفرت تھی اس کا باعث یہ تہا کہ اس زمانہ میں افریقہ کے شمال اور اندلس کے مشرق میں مرابطین کی حکومت پہیل گئی تھی۔ اور انکو فلسفہ اور طبیعیات کے پڑہنے والوں سے خاص عداوت تہی۔ منصور اور مامون جو اس خاندان کے نامور فرمانروا ہوئے انہوں نے ڈہونڈ ڈہونڈ کر فلسفیوں اور حکیموں کو قتل کیا یا قید کیا یا جلا وطن کر دیا اُس زمانہ سے ملک اندلس سے فلسفہ اور اہل فلسفہ کا نام ونشان مٹ گیا۔ اور جو لوگ بچے کھچے رہ گئے وہ اُس کی

ـــــــــــــــ

۱؎ نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۱۶۷۔

تعلیم دیتے تہے۔ مگر یہ جرأت کرنی بہی خطرناک تہی۔ اس لئے عام طور پر فقہ و حدیث اور ادب کا چرچا باقی رہگیا تہا۔

اسکی شادی وزیر ابو جعفر الوقشی کی بیٹی عاتکہ سے ہوئی جسکی کنیت ام المجد تہی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتا تہا۔ اور جب سبتہ میں جو شمالی افریقہ کا بندرگاہ ہے اس نے وفات پائی تو ابن جبیر کے دلپر نہایت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے کئی مرثیے لکہے۔ پھر حج کے ارادہ سے مکہ کو چلا گیا۔ مصر میں پہونچکر اُس نے ابن الخطیب کو جو سبتہ میں قاضی ہو کر آیا تہا یہ اشعار لکہے ؎

بسبتۃ لی سکن فی الثری - وخل کریم الیہا اتی
فلو استطیع رکبت الہوا - فزرت بہا الحی والمیتا

یعنے سبتہ میں میرا ایک دوست زمین میں دفن ہے اور ایک بزرگ دوست اسمیں آیا ہے۔ اگر میرا قابو چلتا تو ہوا پر سوار ہو آ اور سبتہ میں ایک زندہ اور ایک مردہ کی زیارت کرتا۔

ابن جبیر جسطرح اپنے گہر والوں کے ساتھ محبت سے پیش آتا تہا اسی طرح وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اخلاق اور مروت کا برتاؤ کرتا تہا۔ اور انکی مطلب برآری سے خوش ہوتا تہا۔ علامہ مقری نے نفح الطیب میں مصنف کتاب مطمس کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے کہ میری بڑی آرزو تہی کہ غرناطہ کا قاضی ابو محمد عبد المنعم مجہے اپنی دامادی میں قبول کرے۔ میں نے ابن جبیر سے سفارش کرائی اور شادی ہو گئی۔ مگر چند روز پیچہے مجہ میں اور میری بیوی میں ایسی ناچاقی ہوئی کہ میں طلاق دینے پر مجبور ہوا۔ میں نے اس کام کے لئے بھی ابن جبیر کو تکلیف دی کہ وہ قاضی سے کہسنکر میری نجات کرا دیں۔ ابن جبیر نے کہا میری غرض تم دونوں کے نکاح سے سوائے اسکے کچہہ نہ تہی کہ میں تمہاری رضامندی حاصل کروں اور اب تم دونوں میں جدائی کرانا بہی نہیں چاہتا۔ لیکن چونکہ تم اسی میں خوش ہو اس لئے میں اس کام میں بہی کوشش کرونگا۔ یہ کہکر وہ گہر سے باہر نکلے اور قاضی سے کہسنکر فیصلہ کرا دیا میں نے دونوں دفعہ ابن جبیر کے چہرے پر غور کیا تو مجہے

ـــــــــــــــ

۲؎ نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۹۲۰۔

کوئی علامت احسان جتانے یا ناگوار گذرنے کی نہیں پائی اس کام سے فراغت پاکر وہ میرے مکان پر آئے اور دروازہ کہٹکہٹایا۔ میں نے دروازہ کہول دیا۔ وہ گہر میں چلے آئے اور ایک تہیلی جس میں سو دینار تہے میرے سامنے رکہدی اور کہا بہائی اس شادی کا باعث میں ہی ہوا تہا اور مجہکو ذرا بہی شک نہیں ہے کہ اس شادی میں تم کو اتنے ہی مال کا خسارہ ہوا ہو گا جتنا کہ اس تہیلی میں ہے۔ اگر تم اسکو قبول کرو تو میری خوشی کا باعث ہوگا۔ میں نے کہا جناب میں آپ سے اس بات کے کہنے میں ذرا شرم نکرونگا کہ اگر میں اس روپیہ کو قبول کرتا ہوں تو مجہکو اندیشہ ہے کہ یہ بہی اسی طرح برباد ہو جائے گا جس طرح میں نے اپنے باپ کا ترکہ جوانی میں غارت کیا۔ میں نے صاف صاف کہدیا اور مجہکو یقین ہے کہ اس کے بعد آپ اصرار نہیں کریں گے۔ ابن جبیر میری بات سنکر مسکرائے اور یہ کہکر اٹہ کہڑے ہوئے کہ تمہیں احسان سے بچنے کے لئے اچہا حیلہ ہاتہ آیا۔ فقط ۱؎

ـــــــــــــــ

۱؎ نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد دوم صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱۔

خطبہ (موعظت)

نمبر ۲

جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۸ء کو بروز جمعہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد امین وآلہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ اذ انتم جاہلون۔ قالوا ءانک لانت یوسف قال انا یوسف وہذا اخی قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ قالوا تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔ قال لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وہو ارحم الراحمین۔

یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کیا تمکو معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اُسکے بھائی سے کیا کرتوت کی تہی جبکہ تم اسکی عظمت کو نہیں پہچانتے تہے اور نہیں اس کا انجام معلوم نہ تہا؟ انہوں نے کہا ہاں کیا تو یوسف ہے؟ یوسف نے جواب دیا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم پر احسان کیا ہے اور یہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں) اسکی سنت اور عادت یونہی ہے کہ وہ صبر کرنے والے اور متقی پر احسان کرتا ہے یا یوں کہو کہ یہ اسکا پختہ قانون ہے کہ وہ محسنوں کے اجر کو ضایع نہیں کرتا۔ اس آیت میں غور کرنی چاہئیے ایک طرف تو ایک چھوٹا بھولا بھالا بچہ ہے اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو نحن عصبۃ کہتے ہیں یعنی جنکو اپنی طاقت وقوت پر بھروسا ہے اور اپنی پرشوکت جماعت کے اتحاد کا ہی فخر کرتا ہے۔ لیکن باوجود اس بات کے ایک ضعیف اور مسکین بچہ۔ ناتوان بچہ۔ اس متکبر رعونت والی جماعت کو کیسی ذلت کا روز بد دکھاتا ہے۔ وہ کیا بات ہے کہ ایک ناتوان اور بے کس بچہ تو عزت اور عظمت اور جلال کی کرسی پر بیٹھتا ہے اور اسکو معدوم اور تباہ کرنے والی رعونت مجسم جماعت نحن عصبۃ کہنے والا گروہ ذلت کا لباس پہنکر اُسی کے سامنے آتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے کیوں اس بچہ کی مدد کی اور جماعت کو ذلیل کیا؟ بے شک یہہ امر غور کرنے کے قابل اور فکر کے لایق ہے۔

اُن حاسدوں نے جو آج ذلیل ہو کر یوسف کے سامنے کھڑے ہیں اس معصوم اور بے خبر بچے میں کیا قصور دیکھا تہا؟ وہ کونسا جرم اور کاٹ دینے والا گناہ تہا جو اس بھولے بچے سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اسکی ہلاکت کا زبردست اور خطرناک منصوبہ گانٹھا؟ کوئی تاریخ بتلا نہیں سکتی کہ وہ کوئی قصور تہا۔ ہاں صادق تاریخ خدا کی بے عیب کتاب میں ان کا اپنا اعتراف اور اقرار موجود ہے کہ وہ اسکے جرم کو ان لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں کہ احب الی ابینا منا یعنے ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ بہاتا اور پیارا لگتا ہے۔ بس یہی بڑا جرم تہا کہ باپ اُسکو پیار کرتا تہا۔ خدا تعالےٰ کی عزیز اور حکیم کتاب میں عجیب واقعات درج ہیں اس لئے نہیں کہ وہ کوئی قصہ کہانی ہے نہیں نہیں بلکہ اس لئے کہ ہر ایک شخص ان واقعات پر غور کرکے خدا تعالےٰ کی اُس عادت مستمرہ کو سمجھے جو راستبازوں اور اُسکے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کیونکر خدا کا محبوب اور مقبول بندہ جسے وہ پیار کرتا ہے دشمن کوتاہ بین کی نظروں میں کانٹا سا کھٹکنے لگتا ہے چنانچہ اس مقام پر یوسف کا کوئی گناہ نہیں جس پر اس کے بھائی اسکو وہ جانکاہ صدمہ پہونچانے میں برسرِ حق ہوں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ وہ باپ کا عزیز اور چہیتا ہے۔ اور خود بھائی مانتے ہیں کہ وہ ہماری نسبت عزیز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے محبوب کے لئے ضرور ہے کہ ابتدا سے وہ حاسدوں اور بدخواہوں کی نظر میں کھٹکے اور اُنکے بُرے اور ناپاک منصوبوں کا آماجگاہ ہو۔ اس فقرہ نے دکھا دیا کہ راستبازوں اور ماموروں کا یہی قصور ہوتا ہے کہ وہ خدا کی نظر میں عزیز ہوتے ہیں۔ احب الی ابینا منا میں غور کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ ان الفاظ ہی میں ان ناعاقبت اندیشوں کے ملزم کرنے کی دلیل اور موجہ موجود ہے۔ باپ کا اُسکو چن لینا اور کمال محبت وایثار میں پرورش کرنا اُسکے لئے قرینہ مرجحہ اور حجت قویہ تہی کہ وہ اس ایثار کو عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکھتے اور تسلیم اسکے آگے ہوتے۔ اس لئے کہ باپ یعقوبؑ سا باپ تہا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وجود میں ایک راستباز بے غرض رب دنیا سے پاک اور صادق امین انکو نظر آیا آنا چاہیے تہا۔ کیا ہم اس بات کا یقین کرنے کی کوئی کوئی وجہ پاتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کو خود غرض مکار بے تمیز اعتقاد کرتے تہے کسی قدر ضرور اور حق تہا کہ وہ معاً اپنے نفسوں میں گمان کرتے کہ باپ کے ایثار میں لازماً اسباب اور اسرار ہونگے اور ایسے باریک در باریک مصالح ہونگے جنکو ہم نہیں سمجھ سکتے پر نادانوں نے ہوائے نفس کو ایثار پر مقدم کر لیا۔ احب الی ابینا منا کے الفاظ خدا نے اُنکے موہنہ سے نکلوا کر ایک وجہ بتادی ہے کہ کیوں راستباز اور حبیب خدا کے دشمن مورد الزام ہو سکتے ہیں۔ اس علیم وحکیم خدا کے کلام میں ایسا نظم ہے کہ کوئی لفظ اور جملہ حکیمانہ باتوں سے خالی نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف کو پیار کے لئے انتخاب کر لینا قطع نظر اور دلائل اور بینات کے جو اسوقت کچھ بہی نہوں اور نہ تہے یوسف کی ہزار خوبی کے بیان کرنے کا ناطق وکیل ہے۔ مگر بہر حال کوئی حال کوئی اور اظہر ہی تو وہ بہی دیکھ سکتے تہے اور قابل بہی ہونگے جو خود ان میں موجود نہ تہی۔ یہ ایک بدیہی بات تہی۔ عرب میں ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی رسالت کا اظہار کیا تو احمقوں نے ظاہر حالت کو دیکھ کہا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ یعنے کیا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہ گیا تہا کہ اُس پر قرآن نازل ہوتا۔ یہ تو چاہیے تہا کہ مکہ یا طائف کے کسی عظیم الشان آدمی پر نازل ہوتا۔ یہ ایک بندھا ہوا قانون الٰہی ہے کہ جب جب کوئی مامور دنیا میں آتا اور وہ پکار پکار کے کہتا ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا ہوں تو ناخدا ترس اور کوتاہ نظر لوگ جلدی کرکے کہہ اٹھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر فلاں عزت واقتدار میں ممتاز ہے وہ مامور ہونا چاہیے تہا جسطرح یوسف کی محبت کو بھائی اور ناعاقبت اندیش بھائی دیکھ نہیں سکتے تہے۔ عرب کے زندہ کرنے والے نہیں بلکہ کل دنیا کو زندہ کرنے والے ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو سنکر یا یوں کہو کہ محبوبیت کا خلعت ان پر دیکھ کر حاسد بھائیوں نے ویسا ہی شور مچایا۔ آج اس زمانہ میں بہی یوسف کے بھائیوں کے مثیل اور لولا نزل کہنے والوں کے ہم خیالوں کے پیٹ میں وہی حسد بل والتنا ور تنے

(7)

والے راستباز کی مخالفت اور بیجا عداوت کے لئے
ابھارتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ قادیان جیسے ایک
گاؤں کا رہنے والا جہاں نہ توسیع معلومات کا ذریعہ
نہ تبادلہ خیالات کے وسائل نہ مختلف علوم و فنون
کے تذکرے ہیں۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک
شخص کو خدا نے پیار کیا اور بہتوں سے چن کر مسیح
موعود کے اعزاز سے ممتاز فرمایا۔ وہ یوسف کیطرح
باپ کی نظروں میں عزیز اور پیارا سمجھا جانے لگا اور
ہم جو نحن عصبۃ کے مصداق ہیں اس اعزاز سے
محروم ہیں۔ بہتیرے اخوان یوسف کی طرح حسد کی
آگ سے بھنک کر جاتے اور تجویز کرتے کہ کیوں
مسیح موعود کا پیارا خطاب شیخ الکل کو نہ دیا گیا؟ کیوں
مجددیت اور خلافت حقہ کی پگڑی کسی محمد حسین وغیرہ
کے سر پر نہ رکھی گئی یہی ایک بات ہے جو انکو اندر ہی
اندر دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ وہ نادان اتنا
نہیں سوچتے کہ کیا خدا تعالے کا انتخاب کسی میونسپل
کارپوریشن یا لوکل بورڈ کا انتخاب ہے کہ بذریعہ ووٹ
(رائے) کسی ممبر مجلس کو منتخب کرے؟ ایسا ہرگز نہیں
وہ آسمان و زمین کا مالک کل جو پورا اقتدار اور اختیار
اور منشا حکمت و علم کامل رکھتا ہے آسمان پر بدون
کسی مشورہ اور صلاح کے اپنی ذاتی حکمت اور علم
سے جسکو چاہتا ہے مجتبیٰ کرتا اور مصطفےٰ بنا کر خلافت
کا تاج اسکے سر پر رکھدیتا ہے۔ پس اس خدا کا
منتخب کرنا انسانوں کے لئے کافی دلیل ہونی چاہئیے
تھی جیسے کہ یوسف کے بھائیوں کے لئے یہی بڑی
حجت تھی کہ باپ نے یوسف کو چن لیا ہے وہ باپ
جو اپنی راستبازی میں مشہور بیجا پاسداری اور ضد
کے ناپاک صفات سے متصف نہ تھا۔ جس کا تجربہ
وسیع۔ خیالات انجام بین تھے۔ خدا کا انتخاب اور
اجتبیٰ یہی ہے کہ وہ منتخب شدہ برگزیدہ خود کہتا ہے
کہ میں خدا تعالے کی طرف سے آیا ہوں۔ یوسف کا
بھولا پن اسکی خوبصورت ادا اور آن بایک نگاہ
سے دیکھنے کے قابل ہے۔ خبیر و بصیر خدا کا خلیفہ
یعقوب تو شروع سے جانتا تھا مگر کیا وہ اس جمیل و
شکیل بچہ کا حسن و جمال فوق العادہ کافی عذر خواہ
نہ تھا کہ وہ مخالفت اور حسد بیجا کا نشانہ نہ بنایا جاوے
میں مان لیتا ہوں کہ چودھویں صدی کے روحانی خلیفہ
کے مجتبیٰ اور منتخب ہونے پر اگر مخالف تیز نگاہ نہیں
رکھتا۔ بصیرت کی آنکھ سے دلائل کو نہیں دیکھ سکتا
اور بیجا حسد اور عداوت نے اسکی آنکھوں کا نور
چھین لیا ہے تو کیا اسکا پاک چال چلن۔ اس کا
خیرخواہ دین ہونا۔ اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے لئے سچی غیرت۔ بنی نوع انسان کے
ساتھ ناصحانہ دلسوزی اور ہمدردی اور ان سب
پر قبل از دعویٰ مسیح موعود براہین احمدیہ کا مولف
ہونا کیا یہ شکل یہ آن بان کافی دلیل اور سچا وکیل
نہ تھی کہ اسکی تکذیب سے مونہہ بند کیا جاتا جیسے
یوسف کا جمال اسکے باپ کی نظروں میں عزیز ہونے
کی دلیل روشن اور قرینہ قویہ تھا۔ اسی طرح براہین احمدیہ
کے مولف کا جانی مالی۔ لسانی اور حالی طور سے
خیرخواہ دین اور ناصر اسلام ہونا تو راس المخالفین
اپنے مونہہ سے مان چکا تھا خود اسکے ہی الفاظ اور
اسکے مونہہ کی باتیں اسکے ملزم کرنے کو حجت قوی
اور قرینہ قویہ ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ اب کوئی عذر
باقی نہیں رہا حجت تمام ہو چکی۔ احمق نادان کہتا
ہے کہ ایسے اختلافات والتباسات ہیں کہ [illegible]
ہے اور حق و باطل مخلوط ہے حق کو کیونکر تمیز کریں؟
یہ بالکل غلط بات ہے۔ خدا تعالے جو حق کا حامی
اور معاون ہے اور جو بالطبع چاہتا ہے کہ حق بلند
ہو کبھی بھی پسند نہیں کرتا کہ التباس رہے۔ سونا
پرکھنے کے لئے تو معیار ہوں اور کھوٹے کھرے
سونے اور طمع چیزوں کے پرکھ کے لئے کسوٹیاں
موجود ہوں اور حق و باطل کے امتیاز کے لئے کوئی
بھی معیار نہ ہو اور سچائی کے لئے ان روحانی
باتوں کے لئے جو انسانی زندگی کی غایت اور
مقصود ہیں کوئی معیار نہ ہو۔ دوستو یاد رکھو
ہماری فراستوں نے مغالطہ نہیں کھایا اس سے
قبل ہزاروں ہزار عالموں کو ہم نے دیکھا کسی
کی نسبت ہمارا نیک گمان تھا اور کسی کا ہماری
نسبت حسن ظن تھا۔ کسی کے ہم مرید تھے اور کوئی
ہمکو پیشوا سمجھتا تھا پھر کس بات نے علیٰ وجہ البصیرۃ
ہمکو بتلا دیا کہ یہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے والا
مجدد اپنے دعوے میں سچا ہے اور ضرور ضرور
خدا تعالے ہی کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے؟
کیا اگر کوئی مابہ الامتیاز اور معیار نہیں تو یہ سب لوگ جنہیں
بڑے بڑے عالم بلکہ مسن فاضل شامل ہیں جو اپنی قوم میں ممتاز
اور مشار الیہ میں جا بجا ہیں؟ ایسا نہیں اگر ان خدمات کو
جو اس نے اسلام اور اہل اسلام کی بہی خواہی اور غیرت کے
جوش میں کی ہیں جنکا اعتراف یوسف کے بھائیوں مخالفوں کو
بھی ہے چھوڑ دیا جاوے تو اسکے علاوہ ایک اور عظیم الشان
قرینہ اور حجت ہے جس سے راستباز کی صداقت
اور سچائی کا پتہ لگ جاتا ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد کہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ موٹی سمجھ کے آدمیوں
اسیوں اور سطحی خیالات والوں تک کو ماننے پر مجبور کر دیتا
ہے ناعاقبت اندیشو! سوچو تو سہی یہ دعویٰ جو دعویٰ
ہے کیا اب ہم نے افترا کیا ہے؟ اس سے پہلے چالیس برس
تک جو عمر کا ایک بڑا حصہ ہے اور جذبات اور نفسانی جوش
کا زمانہ ہے اور فی الحقیقت جوش شباب ہر قسم کے عہد دیانت
راستی کا رہزن ہوتا ہے الا ماشاء اللہ کا زمانہ ہمارے اور
تمہارے نزدیک ہیں بالاتفاق امین اور مامون ثابت
ہوا تو کیا اب اس آخری حصہ زندگی میں جبکہ عادات نفسانی جذبات
اور جوش کم ہو چکے ہیں مفتریانہ زندگی بسر کرنے لگا ہے
ہیں ہی یہ بات نہیں آسکتی یہ دلیل ایک مسکت دلیل ہے
ان لوگوں کے لئے جو اسکی پیش کی زندگی جانتے ہیں اور
اس بات کا علیٰ رؤس الاشہاد ساعی اور اشتہاروں
میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہم **مولف براہین احمدیہ کے
حالات سے جسقدر واقف ہیں** اور
کوئی کم ہوگا۔ باوجود ایسے اقراروں اور اعترافوں کے
پھر بھی اسکو **مفتری** اور **کذاب** کہنا کیا یہی
افترا اور کذب کا چند دنیا نہیں ہے؟ کیا وہ جو اپنی زندگی
ایک حیثیت سے بسر کرتا ہے؟ ذراسی بات پر آپے سے نکل
جاتا اور بازوں سے اکھڑ جاتا غصہ اور غیظ کی آگ میں جلتا
اور اندر ہی اندر ابلتا ہے ذرا بھی نہیں سوچ سکتا
کہ میں اس قابل نہیں **مسیح موعود** ہو سکوں؟ پھر
جبکہ وہ موعودیت کے مدعی کے حالات سے واقفیت
تامہ کا اظہار کر چکا اور خدمات متعلقہ خیرخواہی اسلام کا
اعتراف اور اعلان کر چکا اب اس دعویٰ مسیح موعود پر
مفتری کا شور مچانا کونسی دانشمندی تھی اس میں
شک نہیں کہ یہ دعویٰ کہ میں خلیفہ ہو کر آیا ہوں میں
مسیح کے نام سے آیا ہوں ایک نظری بات تھی مگر اس کا
عام چال چلن اور اسکی مالی جانی لسانی حالی مسلمہ

مشاہیر اسلام کے سفرنامے

حضرت ابن جبیر کا سفرنامہ

یہ امر تمام قوموں کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ اور اس سیر و سیاحت کرنے والی جماعت میں زیادہ تعداد اُن بزرگوں کی ہے جنکی غرض سیر و سیاحت سے علم کا حاصل کرنا یا اصلاح نفس ہوتی تھی۔ اور تمام علوم کو مقدم علم دین تھا اور باقی علوم صرف اس دنیا اور آخرت میں مستفیض اور عزیز کرنے والے علم کے مکمل کرنے کی غرض کو پڑھے جاتے تھے۔ جہاں کسی علم کا ماہر سن پاتے صرف بیچی مسافت اور خالص طلب کو ساتھ لیکر چل دیتے۔ آگے پڑھانے والے بھی ایسے کہ ماں باپ سے زیادہ ہمدرد اور زیادہ غمخوار اور اس بات کے بہت بڑے حریص کہ اگر ان کا بس چلے تو بنی نوع میں سے کسی کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے بے نصیب نہ رہنے دیں۔ ایسے متعلموں اور معلموں کی خالص نیتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ متعلم بچے اور اپنے بعد کے زمانے کے لوگوں کے علم اور عمل دونوں باتوں میں امام اور مسند بنتے تھے۔ برخلاف زمانہ حال کے اصل تو علم کا شوق ہی جاتا رہا۔ اگر ہے تو صرف انگریزی علوم کا جن کے اخراجات اور تعلیم گاہوں کے بہت ہیں اور کثیر المصرف ہونے کی وجہ سے اس قدر مہنگے ہوتے ہیں کہ غریب اور اوسط درجہ کے لوگ تو اسکو حاصل کر ہی نہیں سکتے اور وہ بھی اپنی ذات کے واسطے اور محض دنیا کے واسطے۔ لیکن علم دین کے حاصل کرنے کے واسطے جنکی تعلیم گاہیں بہت قریب اور صرف بہت قلیل تقریباً بالکل کوشش نہیں کرتے بلکہ بالکل بے فکر اور بے پروا ہیں۔ ان بزرگوں اور دوستوں کی پیاری اولاد یا علوم انگریزی کے ساتھ تو ایسی محبت اور ایسی دل چسپی اور علم دین کی طرف سے ایسی بے پروائی اور بے فکری تمہارے لئے یاد رکھو خیر کا باعث نہیں ہے بلکہ سخت خطرے اور اندیشے کا باعث ہے اور اس خطرے اور اندیشے کے پیدا ہونے کا زمانہ اور وقت کوئی بعید نہیں۔ کسی سچے خیرخواہ نے کیسا اچھا کہا۔ بروز حشر شود ہمچو روز معلومت۔ کہ با کہ باختۂ نرد در شب دیجور۔

ناظرین کی عبرت کے واسطے حضرت ابن جبیر کا سفرنامہ جو رسالہ معارف میں درج کیا گیا ہے نقل کیا جاتا ہے۔

ابن جبیر کا نام محمد اور کنیت ابو الحسین ہے وزیر لسان الدین ابن الخطیب نے الاحاطہ فی تاریخ غرناطہ میں اس سلسلہ کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن عبد السلام بن جبیر الکنانی۔ مگر علامہ مقریزی نے مصری تاریخ المقفیٰ میں یہ سلسلہ درج کیا ہے۔ محمد بن احمد بن جبیر بن محمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن مروان بن عبد السلام بن مروان بن عبد السلام بن جبیر الکنانی۔ پہلے سلسلہ سے ابن جبیر بن عبد السلام جبیر الکنانی کی نویں پشت میں اور دوسرے سلسلے سے سولھویں پشت میں قرار پاتا ہے۔ بہر حال یہ امر مسلم ہے کہ وہ اسی عبد السلام بن الکنانی کی اولاد میں سے ہے جو انکے آباو اجداد میں سب سے پہلے ملک اندلس میں داخل ہوا تھا۔ لسان الدین ابن الخطیب نے عبد السلام کی نسبت تصریح کی ہے کہ وہ سنہ ۱۲۳ ہجری میں بلج بن بشر القشیری کی فوج کے ساتھ جو بنو امیہ کی طرف سے اندلس کا گورنر تھا اسپین میں آیا اور شذونہ میں اترا۔ اندلس کے فتح ہونے کے بعد عرب کے بہت سے قبائل اطراف ملک میں پھیل گئے تھے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ قبیلہ بنو کنانہ کے اکثر لوگ طلیطلہ اور اس کے نواح میں آکر آباد ہوئے تھے۔ انہیں سے قاضی ابو الولید اور وزیر ابو جعفر اور ابن جبیر اس قبیلہ کے مشہور اعیان اور علما میں شمار ہوتے ہیں۔[1]

ابن حزم کے بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن جبیر کے اسلاف بھی طلیطلہ یا اس کے نواح میں کبھی آباد ہوئے تھے۔ اس لئے ہم ابن خطیب کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ابن جبیر کو بعض مورخوں نے بلنسی الاصل لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی ولادت بلنسیہ میں ہوئی تھی۔ اور مقریزی نے تو صاف یہ لکھدیا ہے کہ وہ بلنسیہ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکے ساتھ ہی مقریزی نے اور دیگر مورخوں نے بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ابن جبیر نے اپنے باپ احمد بن جبیر سے فن حدیث شاطبہ میں حاصل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر کے بزرگ پہلے شذونہ میں پھر بلنسیہ میں اور پھر شاطبہ میں آباد ہوئے۔ شاطبہ صوبہ بلنسیہ کا ایک شہر ہے جو بلنسیہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ابن جبیر کے باپ احمد بن جبیر نے بلنسیہ کو چھوڑ کر اسی شہر میں سکونت اختیار کی تھی اور یہاں کے رئیسوں اور عالموں میں شمار ہوتا تھا۔[2]

ابن جبیر کی ولادت بلنسیہ میں جو اسپین کے مشرق میں سمندر کے کنارے پر واقع ہے سنہ ۵۴۰ھ میں ہوئی اور جب اس کا باپ بلنسیہ کو چھوڑ کر شاطبہ میں آیا تو اسکو اپنے ساتھ لے آیا ہوگا۔ ابن جبیر نے اس شہر میں فن حدیث اپنے باپ سے حاصل کیا۔ اس وقت شاطبہ اپنی خوبی اور خوشنمائی اور آب و ہوا کی لطافت کے لحاظ سے مشہور تھا ایک شاعر کہتا ہے[3]

نعم ملقی الرحل شاطبة ـ لفتی طالت به الرحل
بلدة اوقاتها سحر ـ وصباها ذیله بلل
ونسیم عرفه ارج ـ ورياض غصنها ثمل
ووجوه کلها غرر ـ وکلام کله مثل

یعنے جوان آدمی کے ٹھہرنے کے لئے جس کو سفر کرتے بہت گذر گئی ہو شاطبہ نہایت عمدہ مقام ہے۔ وہ ایک ایسا شہر ہے جس میں ہر وقت صبح کا وقت ہوتا ہے اور صبا کا دامن تر رہتا ہے۔ نسیم خوشبو آمیز چلتی ہے اور باغوں میں درختوں کی شاخیں مستانہ جھومتی ہیں۔ تمام لوگوں کے چہرے چمکتے ہیں اور انکی بات بات ضرب المثل ہے۔

باوجود اس کے ابن جبیر نے غرناطہ میں رہنا پسند کیا اور اُسکو شاطبہ پر ترجیح دی کیونکہ اسوقت غرناطہ علم و فضل کا مرکز تھا اور اس میں بڑے بڑے علماء و فضلاء رہتے تھے اور منظر کی خوبی و خوشنمائی کے لحاظ سے تو شاطبہ کو اُس سے کچھ نسبت نہیں تھی چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے[4]

غرناطة ما لها نظیر ـ ما مصر ما الشام ما العراق
ما هی الا العروس تجلی ـ وتلک من جملة الصداق

یعنے غرناطہ کے ساتھ کوئی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا نہ مصر نہ شام نہ عراق۔ وہ ایک دلہن ہے جو منظر عام میں جلوہ افروز ہے اور یہ تمام ملک اسکی رونمائی کی تقریب میں۔ غالباً یہیں رہکر اس نے قرآت حدیث فقہ ادب اور شاعری میں کمال پیدا کیا۔ فن قرآت ابو الحسن بن ابی العیش سے۔ عربیت اور ادب ابو الحجاج بن یسعون سے۔ حدیث اور فقہ ابو عبد اللہ بن عروس اور ابو عبد اللہ

(باقی آئندہ)

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۱۸۵۔

[2] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۶۹۷۔

[3] 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۱۴۔

[4] 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۱۴۹۔

صفحوں کی ترتیب میں غلطی ہو گئی ہے

معزز انگریزوں۔ میڈیکل کالج کے پروفیسروں۔ نامور ڈاکٹروں۔ والیان ریاست۔ اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ۔ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کافی تولہ ۸ سے خالص ممیرہ فی ماشہ عشہ روپیہ۔ معطری سرمہ فی تولہ ۴ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہیے۔ المشتہر پروفیسر میاں سنت سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

۱۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میاں سنت سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے۔ بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بہت اکسیر ہے۔ آنکھوں سے پانی جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ کا آنا کہتے ہیں۔ جلن۔ کمزوری نظر۔ ناخنہ جب شروع ہی ہوا ہو اور اس سے پیپ کا گرنا۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیائی شئے نہیں ہے اس لئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے۔ مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے وہاں بھی یہ مفید دوا کو ضرور اپنے پاس رکھنا چاہیے اس بارے میں بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہے

راقم ڈاکٹر ڈی ایم سانگھ صاحب بہادر۔ ایم بی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ سردار میاں سنت سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے میں نے اس کا تجربہ اپنے ایک عزیز علی مسماۃ اتم بی بی عمر ۶۰ سال کے اوپر کیا ہے۔ مریضہ مذکورہ کی آنکھوں کی پلکوں میں اندر کو بال نکلے ہوئے تھے اور چھالے پڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں بہت سرخ اور دکھتی رہتی تھیں انہیں سے کثرت سے پانی بہتا تھا۔ اسکی بینائی میں اسقدر فرق آ گیا تھا کہ سوئی میں دھاگا نہیں پرو سکتی تھی۔ اور ان اشیا کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی مریضہ مذکورہ نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی۔ راقم خان صاحب ڈاکٹر محمد حسین خان ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن لاہور۔ سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ جناب میاں سنت سنگھ صاحب تسلیم بعد تعظیم۔ شاید آنجناب کو یاد ہوگا کہ بندہ نے آپ کے ممیرے کا سفید سرمہ منگوایا تھا جس نے جادو کا اثر دکھلایا۔ بیٹے ایک دو ڈھائی سالہ ولد اس کی آنکھوں میں پھوڑ پڑ گیا تھا اور بسبب سوجن کے پھیلا ہونے کے نظر قطعاً بند ہو گئی تھی۔ لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا روپوش ہو گیا اور بچی صاف و شفاف ہو کر تقریباً بینائی قائم ہو گئی اور بعض دعا گو ہے۔ بندہ بھی بصد شکر گزاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے جو آپ نے ایسی نادر دوا اس قدر قلیل قیمت پر نکال کر خاص و عام خلق خدا پر بہت احسان کیا ہے تو آپ کا کام آیا ہے لہذا بخدمت ہر خاص و عام بالتعلق تاکید کرتا ہے کہ ہر وقت جبتلا ہو نے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو اس اکسیر بلکہ حیات چشم ممیرے کے سرمہ کے استعمال کرنے کا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں۔ لہذا ملتمس ہوں کہ دو تولہ ممیرے کا سرمہ۔ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنایت فرماویں۔ راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ اسپشل اسسٹنٹ کوٹ گڑھ۔ ڈسپنسری شملہ

۴۔ جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے جس کا علاج حکماء اور ڈاکٹران لاہور۔ شمل ڈاکٹر پیری صاحب اور کیلپ وغیرہ نے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ کے سرمہ سے تخفیف حاصل ہوئی۔ اب صرف دھند اور کم طاقتی باری چشم میں ہے۔ ایک تولہ سفید سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں۔

دستخط سردار غلام محمد خان درانی شہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر شیر علی محمد خان صاحب مرحوم والی ملک افغانستان

۲ مارچ ۱۸۹۸ء

پانچ ہزار روپیہ کا انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی اسناد میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ جو اہمر گولا لائیس بنک میں مارچ ۱۸۹۸ء کو جمع کیا گیا ہے۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے لئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپا

شیشۂ دل صاف تھا اب حق نما ہونے کو ہے
عاشق روئے محمد با خدا ہونے کو ہے

دل مرا آپے سے باہر یا جدا ہونے کو ہے
یہ گذرگاہ فنا اب با خدا ہونے کو ہے

کشتیٔ عمر رواں اب آشنا ہونے کو ہے
ناخدائے روح انساں با خدا ہونے کو ہے

فتح باب دین ہو گا جب ہوا کسر الصلیب
وعدۂ معبود ربی اب وفا ہونے کو ہے

کل مذاہب پر ہوا دین الٰہی کا ظہور تھا
ظلمت کفر آشکار کشف الدجیٰ ہونے کو ہے

حضرت خیر الامم کیسے عظیم الخلق ہیں!
کافروں سے تو یہاں لطف و وفا ہونے کو ہے

لات و عزّے گر گئے اور کعبۂ اللہ بچا
مجھ کو شوق دیدن ام القریٰ ہونے کو ہے

یا محمد لطف ہے اسم مبارک میں یہ کیا
ہر زبان عام سے صلّ علیٰ ہونے کو ہے

نور ہے منہ جام تبسم ہے شہد تر
مجلس مولود احمد سا قبا ہونے کو ہے

یا عشیق کل شیء ھالک الا وجہہ
یعنی دائم ہے وہی جو با بقا ہونے کو ہے

راقم
خاکسار خواجہ عبد الستار عشیق تنوری

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی

اس میں کچھ بیان ہے کہ پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جزاء سیئۃ بمثلھا و ترھقھم ذلۃ آج پوری ہو گئی۔ اس پیشگوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلت پہنچائی ہے اُسی قسم کی ذلت فریق ظالم کو پہنچیگی اور یہ پیشگوئی کوئی اسکو روک نہیں سکتا سو وہ ذلت فریق ظالم کو پہنچ گئی ⁂

آج میں اُس خدائے قادر قدوس کے ہزار ہزار شکر کے بعد جو مظلوموں کی فریاد کو پہنچتا اور سچائی کی حمایت کرتا اور اپنے پاک کلمات کو پورے کرتا ہے تمام مسلمانوں اور دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ جو میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس بدگندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعے سے میری نسبت کی تھی۔ ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا۔ اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ الہام شائع کیا تھا جزاء سیئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ۔ یعنے جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہے اُسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچیگی۔ سو آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی۔ اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا۔ اور یہی فتوے کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا۔ اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتوے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اُسکی نسبت دیدیا۔ یعنے یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور کافر اور بدعتی۔ اور اہل سنت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اس فتوے کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان کی طرح اُس مہدی موعود کا منتظر ہے۔ جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا۔ اور کافروں سے لڑیگا۔ اور مسیح موعود اُسکی مدد کے لئے اور اس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اُترے گا۔ اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر میں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئیگا۔ اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا۔ اور اُس کی تائید کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔ تا دونوں ملکر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔ یہ اعتقاد اسوقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جبکہ اُنہوں نے میری کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوے لکھا تھا۔ اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اُسکی لڑائیوں سے منکر ہے* لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی۔ تو اُس نے پوشیدہ طور پر** ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک اور رسالہ شائع کیا جس میں گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا ہے کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جسکے مسلمان منتظر ہیں۔ اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جنمیں اس کے آنے کی خبر ہے۔ اور اُس کی بدقسمتی سے اس انگریزی عبارت کی مسلمانوں کو اطلاع ہو گئی۔ اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اسکے بارے میں ایک استفتاء لکھا اور فتوے لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء دیکھ کر اُسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا۔ اور اُسی طرح ذلت کے الفاظ اُسکی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اُس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اسطرح یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ بہر حال میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا۔ کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا۔ اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا میں قائل ہوں بلکہ جو اس خونریزی میں اس کا شریک ہوگا اور میں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا سراسر جھوٹ اور غلط اور بے اصل ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے سراسر مخالف ہے ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا۔ اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل طور پر اسکی ذلت ہو گئی ہے۔ اور مولویوں کی طرف سے وہ بڑے خطاب بھی اُسکو مل گئے ہیں جو میری ذلت کے لئے رکھے تھے۔ یعنے ہر ایک نے اُسکو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے

* اصل عبارتیں مفصل اشتہار میں درج کی گئی ہیں جو عنقریب شائع ہوگا۔ منہ

** یہ شخص یعنے محمد حسین اپنے تئیں اہلحدیث علماء کا سرگروہ ایڈووکیٹ ظاہر کرتا ہے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ گروہ کا اعتقاد وہی ہو جو سرگروہ کا ہو۔ چنانچہ وہ خود بھی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۱۲ میں مہدی خونی کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ منہ

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ عالیہ اسکی نسبت کیا رائے رکھتی ہے؟ سو ہماری دانا گورنمنٹ اسلئے توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جنے گورنمنٹ کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں یہ کارروائی کر رہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹا دوں۔ اور مولویوں کو یہ فتویٰ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد کو ضرور آئے گا۔ اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑ دے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے؟ اور کون فتنہ اسکے وجہ سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے؟

یہ دوسری خیانت جو اسکی ذلت کا موجب ہے یہ ہے کہ اُسنے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ میں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے۔ اور پھر اپنی اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳۔ سطر ۹ میں میری مخالفت کے لئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں انکی اتباع واجب ہے۔ اب اس جگہ اُسنے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا۔ اور انگریزوں کی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ لکھے ظاہر کی ہے کہ اُن کی اطاعت پولیٹیکل نظر سے یعنے محض منافقانہ طور پر اور مصلحت وقت کو لحاظ سے کرنی چاہئے۔ مگر مذہبی نظر سے یعنے دلی اخلاص سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔" اس تقریر میں اُس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور جو مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں۔ ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی رابطے روکے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔

اُس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی ہے جو ہم کو اس جور سے چھوڑانے کے لئے عقاب کی طرح دوڑ کر آئے اور صدہا دینی امور کو بجالانے میں آزادگی دی۔ یہ بڑی بد ذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ سے دینی فائدہ ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے۔ ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے۔ ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے جبکہ اس وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے

صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے۔ بلکہ آگ میں جلائے گئے۔ اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی سلطنت کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے۔ ہزارہا دینی کتابیں شائع ہو گئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اسکی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کسقدر ناشکری بلکہ بد ذاتی ہوگی کہ ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کی رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔ پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ کسقدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹیکل نظر سے کرتے ہیں۔ اور ورنہ دینی حمایت اُن کی طرف سے کچھ بھی نہیں۔ یہ سب سلطان کی طرف سے ہے۔" یہ دونوں فقرے اسکے ایسے بُرے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے مونہہ سے بھی نکلتے تو میں ضرور اپنے اوپر فتوے دیتا کہ میں نے سرکار انگریزی کے بےشمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکر گذاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ ان لوگوں نے اسی بناء پر مجھ کو کافر ٹھہرایا تھا جبکہ میں نے سلطان روم کے مقابل پر گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت **سید احمد خاں صاحب** کے سی۔ ایس۔ آئی نے اپنے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور تہذیب الاخلاق [illegible] جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی۔

اب ماحصل کلام یہ ہے کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذاب اور مفتری کا فتوے سنا۔ سو بلاشبہ وہ الہامی پیشگوئی اُس پر پوری ہوگئی۔ ...... میں نے لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھیگا جو اُسنے فریق مظلوم کی کی۔ اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتوے جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا استاد بھی شامل ہے۔ لکھتا ہوں اور ناظرین پر اسبات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو غور سے پڑھکر خود گواہی دیں کہ خدا تعالےٰ نے کیسے دی۔ الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے قلم سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے۔ اور یہی معنے اُس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئة بمثلها [illegible]

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

۳ جنوری ۱۸۹۹ء

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا۔ اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے۔ اور اس جمہوری عقیدہ کو جسپر تمام اہلسنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے کیا ہم اسکو اہلسنت میں سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں۔ یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بینوا توجروا۔

المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ماہ شعبان المکرم ۱۳۱۶ھ

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد

عافاہ اللہ وایّد

الجواب

(۱) جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلمہ اہلسنت وجماعت کے خلاف کرے تو وہ صریح اور بیشک اس آیت کریمہ کے وعید کا مستحق ہے۔

قال عز من قائل ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا

قال صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد وابوداؤد

قال صلی الله علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار رواه ابن ماجة

قال صلی الله علیه وسلم ان الله لا یجمع امتی علی ضلالة وید الله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار رواه الترمذی - اور جمہور اہلسنت اس پر متفق ہیں

و مہدی علیہ السلام آخیر زمانہ میں تشریف لاوینگے ۔ اور بنی فاطمہ کو جوش بخشے ۔ اور مسیح کے ساتھ سے دین غالب ہوگا ۔ اور ظاہری باطنی خلافت کرینگا ۔

حررہ عبدالحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبداللہ غزنوی

(۲) ارباب مہدی موعود و نزول عیسے ابن مریم رسول اللہ و خروج دجال اکبر احادیث متواترہ وارد اند و ہمدریں است اجماع اہلسنت وجماعت ۔ منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہلسنت وجماعت مبتدع و ضال و مضل ہست ۔ فقط

عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

(مہر)

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے مبتدع اور دائرہ اہلسنت وجماعت سے خارج ہے ۔ کما حررہ المجیب وانا عبداللہ الغنی المجدد بیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

(۴) جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے میرا اس سے اتفاق ہے ۔ ایسے آدمی کے عقائد والوں سے پرہیز چاہیئے و سنت و جماعت ترک کرنی چاہیئے

احمد اللہ عفی عنہ امرتسری (مہر)

(یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرتسر کی ہے جسکے ممبر ۔۔ مہ کے قریب علماء اور رئیس وغیرہ ہیں ۔)

(۵) علماء کے ختلام کا جواب صحیح ہے ۔ بیشک شخص مذکور بطال بضلال اور مضل ہے اور اہلسنت سے خارج ہے

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور

بقلم خود

(۶) امام مہدی علیہ وعلی آبائہ الصلوۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے ۔ اور جمہور امت نے اسے تسلیم کیا ہے ۔ اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہلسنت والجماعت سے انحراف کرنا ہے ۔

عن عبداللہ بن مسعود ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذہب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی رواہ الترمذی و ابوداؤد وفی روایۃ لہ قال لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما وجورا ۔

مشکوٰۃ شریف قال العلامۃ التفتازانی فی المقاصد قد وردت الاحادیث الصحیحۃ فی ظہور امام من ولد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یملاء الدنیا قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما ۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب ۔ کتبہ العبد المذنب مفتی

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [۷]

(۷) یہ شخص مذکور سوال مفتری کذاب و ضال و مضل و خارج اہلسنت سے ہے ۔ الراقم سید محمد نذیر حسین بقلم خود (مہر)

(۸) الجواب صحیح و صواب

محمد یعقوب

(۹) جو عقیدہ خلاف اہلسنت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کسطرح معتبر ہو سکتا ہے ۔

فقیر حشمت اللہ عفی اللہ عنہ

(مہر)

(۱۰) صح الجواب

حررہ المفتی الدہلوی غفرہ اللہ القوی

مہر سید محمد عبدالسلام غفرلہ

مہر سید محمد ابوالحسن

مہر محمد عبدالغفار ابو لیسار

مہر ابوالحسن محمد اسمٰعیل

مہر خلیل الرحمن المنان غفرلہ

یہ دس مہریں دہلی کے علماء کی ہیں ۔

(۱۱) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبی صلعم کا منکر ہے ۔

العبد الضعیف محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب (مہر)

(۱۲) اصاب من اجاب محمد شاہ عفی عنہ (مہر)

(۱۳) جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے ۔ اُس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا اخیر زمانہ میں ثابت ہے اور یہ شخص کذاب اور دجال ہے ۔

فقط محمد یونس مدرس مدرسہ مولوی عبدالاحد صاحب

(مہر)

(۱۴) الجواب صحیح ۔ فتح محمد مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

(مہر)

(۱۵) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے ۔ عبدالغفور مدرس مدرسہ حسین بخش (مہر)

(۱۶) جو شخص حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود باجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ ایسے مفتون الرائے یاوہ گو عبد الدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں ۔ ایسا شخص منکر احادیث نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسکا مقام نار جہنم ہے

محمد عبدالغنی

(۱۷) واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے ایسے شخص کا مقام بلاشک نار ہی ہے کیونکہ یہ فعل اہل بدعت کا ہے

محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

(۱۸) جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے ۔ وہ گمراہ ہے ۔ اور احادیث صحاح کا منکر ہے ۔ مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں ۔ عبداللہ خان کھیرالوی بقلم خود

(مہر)

(۱۹) الجواب الصحیح واقعی حدیث نبوی صلعم کا منکر ہے ۔ اور ایسے عقیدہ کا شخص کذاب لوگوں میں سے ہے ۔

مولوی محمد عبدالرزاق خلف حاجی خدا بخش

المتخلص نا چیز ۔ ساکن قصبہ خورجہ ضلع

بلند شہر

(۲۰) الجواب اقول وباللہ التوفیق معلوم ہو کہ انکار ظہور امام مہدی سے جیسے احادیث میں ہے اور معتقد خلق اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے صرف ضلالت اور گمراہی ہے اور یہی انکار کسی دجال کا کام ہے ۔ فقط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم دستخط الراقم عبدالعزیز عفی عنہ لودہیانوی

امام الزمان کی ڈائری

یکم جنوری ۱۸۹۹ء (الحمدللہ) حضرت اقدس مع جمیع متعلقین و مخلصین مقیم قادیان بخیریت ہیں ۔ حسب معمول بارہ بجے نماز باجماعت ہوئی ۔ قبل از نماز عشاء حضور نے دعا کی رات یعنی ۳۱ دسمبر ۱۸۹۸ء کی شب کو الہام ہوا "السہیل البدری" پھر فرمایا کہ سہیل ایک ستارہ ہے جسکو ولد الزنا کش بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو تکوئی کیڑے ہلاک ہو جاتے ہیں ۔ ابوالفضل نے اسی ستارہ کی نسبت لکھا ہے ۔

ع

ولد الزنا کش آمد و ستارہ یمانی

پھر ادہر اُدہر کی باتیں ہوتی رہیں ۔ ۔۔ تین آدمی داخل بیعت ہوکر اور پھر نماز عشاء ادا کی گئی ۔ اور مع الخیر تشریف لیگئے ۔

[۷] پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریسیڈنٹ انجمن حمایت الاسلام لاہور و سیکرٹری انجمن مستشار العلماء

۲ جنوری ۱۸۹۹ء } خدا کا فضل ہے کہ حضرت امام علیہ السلام مع جمیع خدام بخیر و عافیت ہیں۔

حسب معمول پنجگانہ نماز باجماعت ہوئی۔ ۸ بجے صبح کے آپ نہر تک گشت فرمانے کو مع احباب کے ہمراہ سیر کو تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں فرمایا کہ یہ لوگ جو مخالف ہیں اور ایذا دیتے ہیں بد زبانی کرنے لگے ہیں۔ اور جھوٹ اور افترا سے بھر کر اشتہار شائع کئے ہیں اور کبھی گورنمنٹ اور حکومت کو خلاف واقع اور محض جھوٹی باتوں کے بیان کرنے سے بدظن کرنے کے لئے ہم کو پہنچاتے ہیں۔ اگر ہماری اپنی ہی ذات تک محدود اور مخصوص ہوتی تو ہم خدا تعالیٰ سے بہتر جانتے ہیں کہ ہم کو خدا ہی خیال نہیں صبر کر کے قربانی کرنے کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر وقت تیار ہیں۔ مگر اسکا اثر جماعت تک پہنچتا ہے۔ اور بعض لوگ ابھی ایسے کمزور ہیں جو ابتلا برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے مجھے مناسب سمجھا ہے کہ ان کل حالات کو چھاپ کر گورنمنٹ کے پاس بھیجیں کیونکہ اگر ہم خاموش رہیں تو اور بھی مخالف رفتہ رفتہ دراز دستیاں کرتے ہیں۔ اسکا اثر اچھا نہیں پڑتا۔ جو کہ ہماری جماعت داخل ہیں۔ اور ہم بداعمالی اور کسی طرح نفاق اور مداہنت سے کام نہیں لیتے۔ اس لئے ہم کو کامل امید ہے کہ یہ رسالہ کشف الغطاء گورنمنٹ عالیہ کو ہمارے حالات اور ہماری تعلیمات سے اطلاع دیگا۔ اور ہر درست کے پاس بطور رسالہ ٹریکٹ کے دیگا۔ آج بھی دو آدمیوں نے بیعت کی۔

۳ جنوری ۱۸۹۹ء } الحمد للہ آج بھی حضور بخیریت رہے کے بہت اصحاب سے

امام صاحب اور حضور کی پاک جماعت حمد باری اور شکرگذاری کے سجدے کئے۔ چند روز پیشتر سے محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے کسی مصلحت سے مہدی کے انکار پر کوئی مضمون لکھا ہوا تھا۔ گو اپنے ہم چشم مولویوں کے ملنے اس مسئلہ سے رجوع کا اقرار کیا۔ اور یہ اقرار ضروری تھا۔ مندرجہ ان کا گروہ لدھیانہ ٹریکٹ کو پڑھ چکا تھا۔ بہرحال محمد حسین کی انگریزی فہرست اتفاقاً مل گئی تھی جس میں گورنمنٹ کے سامنے اس عقیدے کو کوئی احسان جتلایا تھا۔ اسپر حضرت اقدس نے ایک استفتاء تیار کیا ہوا تھا۔ کہ جو شخص مہدی علیہ السلام کے آنے کا انکار کرے اس کے حق میں علماء دین متین کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانی یہ استفتاء لیکر امرتسر، لاہور، دہلی گئے تھے۔ چنانچہ آج وہ فتویٰ الزام واپس لائے۔ اور علماء نے ایسے شخص کی تکفیر کا

فتوے دیا۔ الحمد للہ آج حضرت اقدس کی اور خوشی ۱۸۹۹ء کے اشتہار والی پیشگوئی بالکل پوری ہوئی اور جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کا الہام سچا ثابت ہوا۔ اب اس پیشگوئی کا انکار کرنا عقلمندی نہیں۔ اور ایسا ہی آئندہ انتظار خلاف دانشمندی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

۴ جنوری ۱۸۹۹ء } کل مقدمہ کی تاریخ ہے اس لئے گورداسپور جانے کے لئے آج ہی روانہ ہونا مناسب سمجھا گیا۔ بعد نماز صبح حضرت اقدس نے نو آدمیوں کو ساتھ جانے کا حکم دیا۔ حضور تو پالکی میں بٹیلہ کی راہ سے گورداسپور روانہ ہوئے۔ اور باقی مخلصین جنکو حکم ہوا تھا براہ بٹالہ روانہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ کا کمال احسان ہے کہ امام صاحب اور خدام حضور بوجوہ شادان و فرحان ہیں۔

۵ جنوری ۱۸۹۹ء } آج گورداسپور میں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی۔ احباب سچے اخلاص اور محبت کے جوش میں لودھیانہ، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور، شملہ، جموں، دہلی وغیرہ مقامات سے جمع ہوئے تھے۔ اور جماعت میں سو کے قریب آدمی شامل ہوئے۔ بعد نماز جمعہ مولوی قطب الدین صاحب بدوملہی نے حضور سے مندرجہ ذیل امر دریافت کیا

(سوال)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کتفین مبارک کے درمیان جو مہر نبوت بتلائی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رسولی کی طرح تھی۔ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

(تقریر حضرت اقدس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے ہمارے خیال میں یہ ایک فروعی بات ہے۔ مگر میں یہ بات اپنے سچے جوش اور اخلاص سے کہتا ہوں کہ میرا ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی نشان نبوت کو رسولی وغیرہ الفاظ سے نسبت دینا ایک مومن اور سچے مسلمان کا کام نہیں۔ یہ گستاخی اور شوخی ہے جو کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم کو ایسے معاملات میں زیادہ تفتیش اور چھان بین کی ضرورت نہیں کہ وہ مہر نبوت کیا تھی؟ اور کیسی تھی؟ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے بیشمار نشانات ترو تازہ واضح طور پر دکھائے۔ ان میں ایک مہر نبوت بھی تھی اصل

یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح نسبت ہے جیسی کہ ہلال کو بدر سے ہوتی ہے۔ ہلال گو وہی ایک چاند ہوتا ہے لیکن یہ وہ اپنے کمال کو پہنچ کر بدر بنتا ہے۔ تو وہ جو ابتدائی پہلی حالت ہلال کی تھی ثابت اور مصدق ہو جاتی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو پہلے نبی اور انکی نبوتوں کے پہلو مخفی رہتے۔ اب سوچو اور بتلاؤ کہ کیا موجودہ اناجیل سے انسان طریق توحید کا پتہ لگا سکتا ہے؟ کیسی حیران کرنے والی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا نبی اکیلی توحید قائم کرنے آیا کرتا ہے یا اپنی خدائی منوانے؟ پس اب موجودہ انجیل نے یہی نہیں کہ طریق توحید کو گم کیا۔ بلکہ ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور نبوت کو اڑا دیا۔ اور بنا دیئے کہ وہ خدا یا ابن خدا بنتے۔ ان کو نبی کے مرتبہ سے بھی گرا کر معاذ اللہ بہت گرے درجہ کا آدمی بنا دیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات نے اگر ان کی تعلیم کو زندہ کیا۔ اور خود مسیح کی اپنی ذات اور وجود کے لئے سچائی کی کہ اس کو مردوں سے نکالا کر اس زندگی میں داخل کیا جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو دیجاتی ہے۔ تعلیم بھی کامل ہو سکتی ہے جو انسانی قوتیٰ کی پوری مربی اور متکفل ہو نہ یہ کہ ایک ہی پہلو پر واقع ہوئی ہو۔ انجیل کی تعلیم دیکھ لو وہ کیا کہتی ہے۔ اور اسکے بالمقابل قرآن کی تعلیم دیکھئے جو انسانی قوتوں اور فطرت خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب ہے۔ پس اسکی قولی کتاب جو کتاب اللہ کہلاتی ہے۔ یا اسے تعلیم الٰہی کہو اسکی ساخت اور بناوٹ کے مخالف اور متضاد کیونکر ہوگی؟ اسی طرح اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو انبیاء بالغیر کے اخلاق، ہدایت، معجزات اور قوت قدسیہ پر اعتراض ہوتے مگر حضور نے آکر ان سب کو پاک ٹھہرایا۔ اسلئے آپ کی نبوت کے نشانات سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ اور سب انبیاء اور ہتیار ہیں۔ پس انکی نبوت یا نشانات نبوت پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن نصف النہار ہو۔ اور کوئی اسکو نابینا کہدے کہ رات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دوسرے مذاہب تاریکی میں رہتے۔ مگر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے جہان تباہ ہو جاتا۔ اور زمین لعنت اور عذاب الٰہی سے تباہ ہو جاتی۔ اسلام مسیح کی طرح اور نہیں ہے جسے دوسروں کو کہکوں سے نکالا۔ تو رحمت کو جڑ ہو بہشت اور دوزخ کا پتہ ہی مشکل ہو جاتا۔ انجیل کو تو توحید کا نشان نہیں ملتا۔ اب جائیگا اس میں تو شک نہیں کہ پیدا کوئی

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نہیں اور ہیں۔ لیکن جو اس کو کسی حقیقی
مل سکتی ہے سچی روشنی اور حقیقی اور جو نجات کے لئے مطلوب ہے
وہ اسلام ہی میں ہے۔ توحید ہی کو دیکھو کہ جہاں سے قرآن کو
کھولو وہ ایک خنجر برہنہ نظر آتا ہے کہ شرک کی جڑ کاٹ دے
ایسا ہی نبوت کے تمام پہلو ایسے صاف اور روشن نظر آتے ہیں
کہ ان سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ ختم نبوت کو یوں سمجھ سکتے ہیں
کہ جہاں تک دلائل اور معرفت طبعی طور پر ختم ہو جاتے ہیں
وہ وہی حد ہے جسکو ختم نبوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے
اسکے بعد ملحدوں کی طرح نکتہ چینی کرنا بے ایمانوں کا کام ہے
ہر بات میں تبیانات ہوسکتے ہیں۔ اور ان کا سمجھنا معرفت
کاملہ اور نور بصیرت پر موقوف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی تشریف آوری سے ایمان اور عرفان کی تکمیل ہوئی
دوسری قوموں کو روشنی پہنچی۔ کسی اور قوم کو یقین اور روشن
شریعت نہیں ملی۔ اگر ملی تو کیا وہ عرب پر اپنا کچھ بھی اثر
ڈال سکتے۔ عرب سے وہ آفتاب نکلا کہ اس نے ہر قوم کو
روشن کیا۔ اور ہر بستی پر اپنا نور ڈالا۔ یہ قرآن کریم ہی کو فخر
حاصل ہے کہ وہ توحید اور نبوت کے مسئلہ میں کل دنیا کے
مذاہب پر فتحیاب ہوسکتا ہے۔ یہ فخر کا مقام ہے کہ اپنی
مسلمانوں کو فخر ہے۔ جو لوگ حملہ کرتے ہیں۔ اور تعلیم پر بحث
اسلام پر معترض ہوتے ہیں وہ بالکل کور باطنی اور بے ایمانی پر
مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً کثرت ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام
نے بہت عورتوں کی اجازت دی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی
ایسا دلیر اور مرد میدان معترض ہے جو ہمکو یہ دکھلا سکے۔ کہ
قرآن کہتا ہے ضرور ضرور ایک سے زیادہ عورتیں کرو۔ ہاں
یہ ایک سچی بات ہے۔ اور بالکل طبعی امر ہے کہ اکثر اوقات
انسان کو ضرورت پیش آجاتی ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ
عورتیں کرے۔ مثلاً عورت اندھی ہو گئی یا کسی اور خطرناک
مرض میں مبتلا ہو کر اپاہج ہو گئی کہ خانہ داری کے امور سرانجام
نہیں دے سکتی۔ اور مرد از راہ ہمدردی یہ بھی نہیں چاہتا کہ
اسے علیحدہ کرے۔ یا رحم کی خطرناک بیماریوں کا شکار ہو کر
مرد کی طبعی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی۔ تو ایسی صورت
میں اگر نکاح ثانی کی اجازت نہ ہو تو بتلاؤ کیا اس سے بدکاری
اور بداخلاقی کو ترقی ہو گی یا نہ؟ پھر اگر کوئی مذہب تعدد
ازدواج کو روکتا ہے تو یقیناً وہ بدکاری اور بداخلاقی کی
موید ہے۔ لیکن اسلام جو نہایت بداخلاقی اور بدکاری کو
دور کرنا چاہتا ہے اجازت دیتا ہے کہ ایسی ضرورتوں کے
لحاظ سے ایک سے زیادہ بیویاں کرے۔ ایسا ہی اولاد کو

نہ ہونے پر جبکہ لاولد کے لئے بس مرگ خاندان میں بہت سی
بگڑتے ہیں اور کشت و خون ہونے تک نوبت پہنچ جاتی ہے
ایک ضروری امر ہے کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرکے
اولاد پیدا کرے۔ بلکہ ایسی صورت میں نیک اور شریف
بیبیاں خود اجازت دیتی ہیں۔ پس جس قدر غور کرو گے
یہ مسئلہ صاف اور روشن نظر آئیگا۔ عیسائی کو تو حق ہی
نہیں پہنچتا کہ اس مسئلہ پر نکتہ چینی کرے۔ کیونکہ
ان کے مسلم نبی اور ملہم بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام
کے بزرگوں نے سات سات سو اور تین تین سو بیبیاں
کیں اور اگر وہ کہیں کہ وہ فاسق فاجر تھے۔ تو پھر ان کو
ہدایت کا جواب دینا مشکل ہو گا کہ ان کے الہام خدا کے الہام
کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عیسائیوں میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں
جو نبیوں کی شان میں ایسی گستاخیاں جائز نہیں رکھتے۔
علاوہ ازیں انجیل میں صراحت سے اس مسئلہ کو بیان ہی
نہیں کیا گیا۔ لنڈن کی عورتوں کا زور ایک باعث ہو گیا
کہ دوسری عورت نکریں۔ پھر اسکے نتائج خود دیکھ لو کہ
لنڈن۔ اور پیرس میں عفت اور تقوے کی کیسی قدر ہے
ایسا ہی دوسرے مسائل غلامی اور جہاد پر بھی ان کے
اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ توریت میں ایک لمبا سلسلہ
ایسی جنگوں کا چلتا ہے۔ حالانکہ اسلام کی لڑائیاں ڈیفنسو
(دفاعی) تھیں۔ اور وہ صرف دس سال ہی کے اندر ختم
ہو گئیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ مسائل ان کی
کتابوں میں نکال سکتا ہوں۔ اور ایسا ہی میرا دعوے ہے
کہ تمام صداقتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اگر کوئی مدعی
ایسی صداقت پیش کرے کہ وہ قرآن میں نہیں میں اُسے
نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔ اسلامی شریعت نے وہ مسائل
لئے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پر انسان کے لئے مطلوب
ہیں اور جو ہر پہلو سے اسکے قویٰ کی تربیت کرتی ہیں
ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسلام کو جو اعتراض
غیر مذاہب پر ہیں وہ ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ پس میں
پھر کہتا ہوں کہ بڑی باتوں کو استخفاف اور استہزا کی نظر سے
نہ دیکھیں۔ استہزا سے کفر کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
کی آیات کا ادب اور خوف ہونا چاہئیے۔ ہر ایک لطیف ان
باتوں کے ہزار جواب دے سکتا ہے۔ لیکن ہم بعضوں میں ایسی طبیعات
نہیں ہوتیں۔ جن کو دیکھ کر ہم ایک سعید اور شقی۔ یہ معاش اور
طرز انداز میں تمیز کر سکتے ہیں۔ اور پہچان لیتے ہیں ××
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہو کہ ایک شخص نے

آپکو دیکھ کر کہا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں۔ اب وہ کونسا نشان تھا
جو جھوٹوں میں ہوتا ہے۔ اور آپ میں نہ تھا۔ ایک امتیاز تھا
جسکو بصیرت والا انسان دیکھ سکتا ہے۔ ایسا اندھا اور احمق
کون ہے۔ جو نیک اور بد کو چہرہ سے دیکھ کر تمیز نہیں کر سکتا
مومن کا چہرہ اور ہر عضو اسکو ایک امتیاز بخشتا ہے۔ اور اس کے
با خدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مہر نبوت میں ایک خصوصیت ہو تو بتلاؤ اس سے کیا استبعاد
لازم آتا ہے۔ سب کچھ ممکن ہے۔ بالآخر اور کہوں کہ یہ ایک فروعی
بات ہے۔ ہم کو فرصت نہیں کہ ان باتوں میں پڑیں۔ اصول پر
بحث ہونی چاہئیے۔ اصول کے اثبات پر فرع خود ہی ثابت ہو جاتی
ہے۔ ایمان لانا ضروری ہے اسکی کیفیت اور کنہ تک پہنچنے
کی کوشش کرنا ضروری نہیں۔ دشمن اگر گفتگو کرے تو ہم اس کو
روک سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات پر ملائکہ اور اللہ تعالیٰ
کی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام وغیرہ امور ایمانی پر ایمان لانا ضروری
ہے۔ اور ان سب باتوں کا ماننا اصول ہے۔ اور باقی امور
ان پر متفرع ہیں۔ اور یہ سب صفائی کے ساتھ ثابت شدہ
صداقتیں ہیں۔ تعلیم اسلام ایسی تعلیم ہے کہ ہر قوت کو اعتدال
اور عین محل پر رکھتی اور تربیت کرتی ہے۔ اور عظیم الشان معجزہ
ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ دوسری تعلیمیں ایسی
نہیں کسی کا ناک نہیں تو کسی کے کان نہیں ہیں۔ غرض وہ
ناقص اور ادھوری ہیں۔ مکمل خلقت تعلیم اسلام ہی کی ہے
توحید، صفات باری تعالیٰ، نبوت اور اخلاق فاضلہ تکمیل نفس
وغیرہ ضروری امور جنکا انسان محتاج ہے۔ وہ ایسے کھلے
اور روشن طور پر بیان ہوئے ہیں کہ ان میں زیادہ بحث کی
ضرورت نہیں پڑتی۔ باقی امور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کیا کچھ کھاتے تھے۔ کیسے کپڑے پہنتے تھے ہم
ان جھگڑوں میں پڑنے کی مومن کو کیا ضرورت ہے؟
سارے نکات ان باتوں پر منحصر ہیں۔ ایسی باتیں جو اتفاقی طور پر
لکھی گئی ہیں۔ اگر وہ عزت حقہ کے خلاف نہیں بلکہ مشابہ ہیں
تو ایمان لائیں۔ ورنہ تاویل کریں۔ کچھ ضرورت نہیں کہ اس پر
چنان اور چنیں کرکے لمبی اور فضول بحثوں میں پڑیں۔

ختم نبوت کے متعلق میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ خاتم النبیین
کے بڑے معنے یہی ہیں کہ نبوت کے امور کو آدم علیہ السلام
سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا۔ یہ تو موٹے اور ظاہر
معنے ہیں۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ کمالات نبوت کا دائرہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ قرآن
نے ناقص باتوں کا کمال کیا۔ اور نبوت ختم ہو گئی۔ اس لئے

الیوم اکملت لکم دینکم کا مصداق اسلام ہوگیا۔ غرض نشانات
نبوت میں۔ ان کی کیفیت اور کنہ پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں۔ اصول صاف اور روشن ہیں۔ اور وہ ثابت شدہ صداقتیں
کہلاتی ہیں۔ ان باتوں میں مومن کو ضروری نہیں
ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی مخالف اعتراض کرے
تو ہم اس کو روک سکتے ہیں۔ اگر وہ بند نہ ہو تو ہم اس کو کہہ
سکتے ہیں کہ پہلے اپنے جزئی مسائل کا ثبوت دے۔
الغرض معجزہ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشان
نبوت میں سے ایک نشان ہے جس پر ایمان لانا ہر مسلمان
مومن کو ضروری ہے۔

(اس کے بعد ایک اور سوال کیا گیا جس کا جواب حضرت اقدس نے
دیا بوجہ عدم گنجایش اسکو دوسرے اشتہار پر ملتوی کرتے ہیں)

دس بجے حضرت اقدس مع احباب کچہری ضلع کی
طرف تشریف لے گئے لوگوں کا اژدحام اور انبوہ اس کے
رجوع خلائق ہونے کا ثبوت دیتا تھا۔ بارہ بجے تک حضور
وہیں تشریف فرما رہے۔ ۱۲ بجے کے ساتھ ہی صاحب ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے بلا کر اطلاع دی کہ مقدمہ ۱۸ جنوری
۱۸۹۹ء تک پر ملتوی ہوگیا ہے۔ حضرت اقدس نے مع احباب
اسی میدان عدالت میں کھانا تناول فرمایا اور پھر مخلصین کی
کثیر تعداد کے ہمراہ فرودگاہ پر تشریف لائے۔ اور نماز ظہر و
عصر ادا کی۔ زاں بعد بندگان عالی مع چند احباب بسواری
یکہ براہ راست دارالامان کو روانہ ہوئے۔ اور باقی خدام
حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ کے ہمراہ
بسواری ریل براہ بٹالہ دارالامان کو چلے۔

گورداسپور ریلوے سٹیشن کا نظارہ

دو بجتے بجتے ریلوے سٹیشن گورداسپور پر حضرت اقدس
کے خدام کی ایک کثیر تعداد بغرض روانگی جمع ہوگئی
محمد حسین بٹالوی بھی چند آدمیوں کی ہمراہ پلیٹ فارم پر
آپہنچے۔ اور یہ جتلانے کے لئے کہ آپ ایک فرسٹ
انفلوینشل آدمی ہیں۔ ویٹنگ روم میں جا گھسے۔ کبھی اندر
جاتے اور کبھی باہر آتے۔ غرض ادھر ادھر پھرتے رہے
تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب
سلمہ اللہ بھی تشریف لے آئے۔ سٹیشن پر بعض عائد اور
مقامی حکام بھی کسی تقریب سے موجود تھے۔ مولوی نورالدین صاحب
نے ان کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کی جو حضرت اقدس
کی صداقت پر مشتمل تھی۔ اسکو تجربہ شدہ اور مشاہدہ میں آئی ہوئی

حیرت انگیز دلایل سے مدلل کیا۔ خود ہم سے ایک معزز
افسر پولیس سے مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔ جبکہ ہمارے ایک
دوست نے ان سے ہم کو انٹروڈیوس کرایا۔
(افسر پولیس)۔ ایڈیٹر صاحب! اصل بات کیا ہے؟
(ایڈیٹر الحکم یعنے ہم)۔ جناب بندہ! اصل یوں ہے
کہ یہ تو ایک استمراری عادت اللہ ہے کہ جب کوئی
کبھی کوئی مامور من اللہ یا بھلا آدمی دنیا میں آکر اہل
زمین کی اخلاقی کمزوریوں اور روحانی بیماریوں کا علاج
کرنا چاہتا ہے تو کوئی دکوئی انسان بالمقابل اٹھ کر
اس پر نکتہ چینی کرتا۔ اور اس کی مخالفت کا شور
مچاتا ہے۔ اور اس کی ہزار ہا نظیریں دنیا میں موجود
ہیں۔ ظلمت اور نور کا مقابلہ ہم رات دن دیکھتے ہیں
چنانچہ میرزا صاحب نے بھی جب دنیا کی اصلاح کا بیڑا
اٹھایا تو ایسی طبیعتیں جو مخالفت حق کا مادہ رکھتی
تھیں۔ مخالفت کے لئے جوش میں آگئیں۔ اور ایسی
مختلف طاقتوں سے انہوں نے کوشش کی کہ مرزا صاحب کو
نیچا دکھائیں۔ مگر خدا جس کے ساتھ ہو وہ ذلیل نہیں ہوسکتا
غرض مرزا صاحب کو ہر میدان میں کامیابی ہوتی رہی۔ چونکہ
آپ نے صرف اس مقدمہ کے متعلق استفسار فرمایا ہے
میں اس لمبے سلسلے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ اصل مجمل
چونکہ مرزا صاحب کے مخالف تھے محمد حسین بھی جو اس وقت
ایک فریق مقدمہ ہے۔ مرزا صاحب کی تصدیق کی
اور اپنے رسالجات میں اپنی ذاتی واقفیت اور علم کی بنا پر
مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں راستباز اور خیرخواہ اسلام
ثابت کیا۔ اور مخالف مولویوں کے حملوں اور اعتراضوں
کا مبسوط جواب دیا۔ یہانتک کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت
میں بھی ظاہر کیا کہ یہ شخص یعنے مرزا صاحب اور
ان کا خاندان ہمیشہ سے ارادتمند اور فرمانبردار رہا ہے
بلکہ وہ سندات اور خوشنودی مزاج کے پروانے بھی
اپنے رسالے میں شایع کئے جو حضرت مرزا صاحب
کے بزرگوں کو اس امداد کی وجہ سے جو انہوں نے
عین طوفان بے تمیزی یعنے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران
میں دی تھی ملے تھے۔ الغرض ایک عرصہ تک وہ ان کا
مصدق اور موید رہا۔ پھر بعض نفسانی خواہشوں کی
وجہ سے اس نے مخالفت کی اور آجتک مخالفت کرتا ہے
مرزا صاحب چونکہ شروع سے ایک گوشہ نشین اور خلوت گزین
آدمی ہیں۔ انہوں نے ان باتوں پر جو مخالفوں کی طرف سے

ہوتی رہیں ہمیشہ صبر کیا ہے۔ اس شخص نے جب مخالفت میں
کامیابی نہ دیکھی اور دلایل و براہین سے غالب نہ آسکا۔ تو
پھر اپنی تحریروں میں ایسے الفاظ استعمال کئے جو مرزا صاحب
اور ان کے دوستوں کی ازالہ حیثیت عرفی تک پہنچے۔ پھر بھی
ادھر سے کوئی کارروائی نہ تھی۔ اس لئے اور لوگوں کو خیال
کرکے پھکڑ بازی کو حد تک پہنچایا۔ اور فحش حملے کئے گئے
نوبت تو یہاں تک پہنچا کہ یہ شخص مہدی اور مسیح ہونے کا
مدعی ہے۔ اور کسی خونی مہدی کا منکر ہے۔ اور اس طرح پر
ایک نوٹ طیار کرایا۔ جس میں لکھا کہ مرزا صاحب [illegible]
ہیں۔ اور ان کے مال و اسباب اور بیویاں چھین لینا دیگر
وغیرہ وغیرہ۔ اب آپ ہی خیال فرما دیں کہ اس سے اصل غرض
کیا تھی۔ ادھر گورنمنٹ کو باوجودیکہ خود مقر تھا کہ یہ شخص
گورنمنٹ کا وفادار اور معتقد کیش خاندان کا
ممبر ہے۔ یہ بتلایا کہ وہ باغی ہے یا کیا کچھ ہے۔ ان ساری
اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی صبر کیا گیا۔ آخر میری معرفت
ہمارے دوستوں نے جا کر مرزا صاحب سے کہا جاوے
کہ مباہلہ دو مسلمانوں کے نزدیک حق و باطل کا آخری فیصلہ ہے
جو ایک سنت کی دعا ہے۔ محمد حسین سے کریں۔ مرزا صاحب نے
اپنے دوستوں کی اس درخواست کو منظور کیا اور فرمایا کہ
محمد حسین سے منوالو۔ ہم طیار ہیں۔ غرض محمد حسین کو خطوط
لکھے گئے۔ اور بذریعہ اخبار اطلاع دی گئی۔ آٹھ سو روپیہ
تک مباہلے کے لئے انعام تجویز کیا۔ مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اور
کوئی جواب آیا تو ایک گندی گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار۔
مرزا صاحب اگر چاہتے تو استغاثہ کرکے عدالت سے فیصلہ
چاہتے۔ مگر انہوں نے خدا سے فیصلہ چاہا۔ اور دعا کی
اے اللہ! جھوٹے کو ذلیل کر۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو
مجھے ذلیل کر وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر ان کو الہام ہوا کہ جزاء سیئۃ
بمثلہا۔ یعنے ظالم نے مظلوم کو جس قسم کی بدی پہنچائی
ہے۔ اسی قسم کی ذلت پہنچیگی۔ غرض یہ لفظ صاف ہیں
سب سے اول محمد حسین نے مرزا صاحب کی تذلیل یوں
کی تھی کہ یہ شخص جاہل ہے۔ اور علوم عربیہ سے ناواقف
ہے۔ مگر اس کے بعد مرزا صاحب نے متعدد کتابیں نظم و نثر
عربی میں لکھیں۔ مگر ان الہامات میں [illegible] بھی ایک
الہام تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک عالم آدمی جو اپنے
علم و فضل پر نازاں اور مغرور ہو۔ اگر ایسی غلطی کھائے۔ جو
ایک معمولی طالب علم بھی نہ کرے تو اسکی کتنی بڑی
ذلت ہے۔ اس پر افسر موصوف نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے